عنوان

THE CURRICULUM OF GIRLS' RELIGIOUS SCHOOLS AND SCIENCE:
A RESEARCH REVIEW

مدارس اسلامیہ بنات کا نصاب اور سائنسی علوم : ایک تحقیقی جائزہ

مقالہ نگار

نوشین بانو

ریسرچ سکالر کراچی یونیورسٹی

THE CURRICULUM IN GIRLS' RELIGIOUS SCHOOLS AND SCIENCE: A RESEARCH REVIEW

مدارس اسلامیہ بنات کا نصاب اور سائنسی علوم : ایک تحقیقی جائزہ

ABSTRACT:

In this article, research has been done regarding the inclusion of modern scientific bits of knowledge in the Madrasahs of Banat and their need and importance have also been highlighted. In addition to that, the limits of those modern sciences have also been determined. In the case of dominating modern sciences the benefits and effects have also been pointed out. In the end, an attempt has been made to point out some of the disadvantages of modern sciences particularly with reference to the Madrasahs of Banat.

KEYWORDS: Curriculum, Modern sciences, Madrasahs of Banat.

یہ دنیا کا عام دستور ہے کہ ہر دور میں دنیا کا چال چلن تبدیل ہوتا رہتا ہے زمانے کے مرور کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں تبدیلی اور ترقی پذیری رونما ہوتی رہتی ہے۔ مدارس اسلامیہ دور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دور صحابہ سے لیکر اب تک تسلسل کے ساتھ مصروف عمل ہے، جس طرح دنیا کے دیگر نظام اور رہنے سہنے اور بود وباش کے طریقے زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتے رہے ہیں اس طرح مدارس اسلامیہ کے طریقہائے نظام ونسق اور تعلیم وتعلم میں زمانہ در زمانہ فرق اور تبدیلی رونما ہوتی رہی اور اب بھی یہ تسلسل جاری ہے۔

اس تحقیق میں بنات کے مدرسوں میں جدید سائنسی علوم کو داخل نصاب کرنے کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے ساتھ مدارس میں جدید سائنسی علوم کے حدود کو بھی متعین

کیا گیا ہے۔ اور اس کے فوائد و ثمرات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور مدارس میں عصری علوم کو حاوی کرنے کی صورت میں کچھ مضرات کی طرف بھی بین السطور میں اشارہ کیا گیا ہے۔

عصر حاضر کا سب سے بڑا تقاضہ مدارس کے حوالے سے یہ ہے کہ جدید علوم کو داخل نصاب کیا جائے مثلاً سائنس کی تعلیم مداس میں بھی عام کی جائے اس مسئلہ کے بارے میں ارباب مدارس کے درمیان دو رائے پائے جاتے ہیں، ایک یہ کہ مدارس میں عصری علوم پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مدارس کا اساسی مقصد ہی عصری علوم پڑھانے نہیں۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کو اور سائنس کی اہمیت اور افادیت کو دیکھتے ہوئے اس کو داخل نصاب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے اور دنیا کا قانون بھی یہ ہے کہ ہر فن اور علم کے لیے مخصوص ادارے اور مخصوص اشخاص ہوتے ہیں عربی کا ایک مقولہ ہے کہ "لکل فن رجال" ہر فن کے لیے مخصوص اشخاص ہوتے ہیں۔ لہذا عصری تعلیم گاہوں میں عصری علوم پڑھائے جاتے ہیں کیونکہ وہ تعلیم گاہیں اس لیے ہی وجود میں آتی ہیں کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ عصری علوم کے حاملین ہو۔ ان کو عصری علوم پر مکمل دسترس حاصل ہو، پھر عصری علوم میں بھی مختلف قسم کے علوم وفنون ہیں۔ میڈیکل سائنس، انجنیئرنگ، وکالت وغیرہ مختلف قسم کے علوم وفنون سے طلبہ وطالبات کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان اداروں کی تاسیس ہی ان علوم وفنون کی تعلیم کی لیے کی جاتی ہے۔ دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو دینی مدارس کی تاسیس اور تسلسل دینی علوم کے لیے ہی ہوئی ہے۔ لہذا ان مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ وطالبات کو دینی علوم پر دسترس حاصل ہوتی ہے۔ کسی کا یہ سوال اگر مدارس کے حوالے سے ہیں کہ یہاں سے سائنس اور دیگر دنیاوی علوم کے ماہرین کیوں تیار نہیں ہوتے، تو یہی سوال عصری تعلیم گاہوں کے ارباب اختیار سے بھی کی جاسکتی

ہے کہ آپ کے اداروں سے عالم و حافظ کیوں تیار نہیں ہو رہے ہیں۔ پس جو اس کا جواب ہو گا وہی جواب دینی مدارس کا ہو گا۔ ناظم اعلی وفاق المدارس کے ایک فکر انگریز انٹرویو کا ایک اقتباس اس حوالے سے دلچسپی سے خالی نہ ہو گا فرماتے ہیں

”دینی مدارس میں دینی علوم وفنون کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا بھی وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر انتظام کیا جاتا ہے۔ مگر یہ کہ مدارس کا اصل ہدف ایسے رجال تیار کرنا ہے جو دینی علوم میں ماہر ہوں، تو لازمی بات ہے کہ فوکس بھی زیادہ تر دینی علوم پر ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک اہم سوال یہ سر اُٹھاتا ہے کہ مدارس دینیہ میں عصری علوم مکمل طور پر کیوں نہیں پڑھائے جاتے ؟ مدارس سائنس کی تعلیم سے کیوں دور ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل مخصوص اور محدود کا دور ہے ہر ایک تعلیم گاہ اپنے اغراض مقاصد اور اہداف کے پیش نظر تعلیمی نصاب مرتب کرتا ہے اور کر رہا ہے ،کسی نے بھی یہ سوال نہیں اُٹھایا کہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل ڈاکٹر کیوں حافظ وعالم نہیں ؟ زرعی یونیورسٹی کا پڑھا ایٹم بم بنانے کا اہل کیوں نہیں ؟ غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ سے فراغت پانے والا طالب علم ڈاکٹر کیوں نہیں بن پایا؟ اور یہ ہر کسی کو معلوم ہے کہ آج کل ایک آدمی بمشکل ایک تعلیم گاہ سے استفادہ کر کے ایک ہی فیلڈ میں ماہر ہو سکتا ہے۔ مگر نہ جانے باشعور لوگ مدارس کے حوالے سے بات کرتے وقت یہ واضح حقیقت کیوں بھول کر جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور پورے شد و مد سے یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ دینی مدارس سائنس دان، انجینئر اور ڈاکٹر کیوں معاشرہ کو نہیں دیتے، گویا مدارس کا صرف دینی تعلیم سے بچوں کو روشناس کرنا کوئی بڑا جرم ہے۔ تو یہاں پر ان لوگوں سے یہ سوال بنتا ہے کہ پاکستان کے پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولز میں پڑھنے والے مسلم بچوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اس مقدار میں دینی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا ہے جو ان کی دینی ضروریات پر حاوی ہو سکے۔ مشاہدے کی بات ہے کہ ایک بچہ جس کو انگلش میں دنوں، مہینوں، پرندوں اور جانوروں کے نام یاد کروائی گئی ہیں اور ان کو اساتذہ کی محنت کی بدولت انگریزی

نظمیں ازبر ہیں، کیا اس بچے کو فرائض نماز، فرائض وضو اور شش کلمے یاد ہیں؟ کیا اسکول میں قرآن کی ابتدائی اسباق پڑھانے کا اہتمام کیا گیا ہے؟ آپ اکثر پرائیوٹ اور تمام سرکاری تعلم گاہوں کی نصاب کا جائزہ لیں آپ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ ہمارے اس اسلامی ملک میں بچوں کو اچھا مسلمان بنانے میں ان سکولوں کا کتنا رول ہے اور ان کی اسلامی زندگی کے لیے نصاب میں کس قدر تبدیلی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ پاکستان کے تمام ہائی اسکولز میں سائنس اور آرٹس کے جدا جدا سکیشن ہیں اپنی پسند دلچسپی کے مطابق طلبہ جماعت (گروپ) کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ سہولت انہیں نظام تعلیم ہی کی طرف سے دی جاتی ہے اب اس طالب کے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں اب اس کو کیوں مجبور نہیں کیا جاتا کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ سائنس بھی پڑھے، ایف ایس سی میں اس سے زیادہ جماعتیں (گروپس) ہیں، اب جو طالب علم پری میڈیکل پڑھ رہا ہے اسے کیوں اس بات کی ترغیب نہیں دی جاتی کہ تم اس کے ساتھ پری انجنیئرنگ پڑھ لیں۔ کالج اور وزارت تعلیم کے ارباب اختیار کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس طالب علم کو فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی کے ساتھ حساب بھی پڑھایا جائے بلکہ الٹا کہتے ہیں: اس نے ڈاکٹر بننا ہے اسے مزید ریاضی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لہذا مدارس دینیہ کو سائنس یا مکمل عصری علوم دینے کا مشورہ دینے والے دانشور اس حقائق کو مد نظر رکھیں۔"[1]

مدارس البنات میں رائج نصاب تمام تر دینی امور جو ایک عورت کے لیے لازمی اور ضروری ہوتے ہیں پر مشتمل ہے۔

مدرستہ البنات میں حاضری دینے والی طالبہ دینی علوم کے حصول کی خواہش مند ہوتی ہے لہذا ان کی خواہش اور پسند کو مد نظر رکھتے ہوئے ارباب مدارس نے ایک جامع نصاب ترتیب دیا ہے جو ان کے لیے ہر لحاظ سے مفید اور کارآمد ہے۔ ہاں وقت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں حسب حال تبدیلی بھی ہوتی رہتی ہے۔

مولانا ابو الحسن علی ندویؒ تعلیم نسواں پر مغربی اثرات اور ان کے مضرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مسلمان بچیوں کی تعلیم کا مسئلہ نزاکت و اہمیت میں کچھ کم نہیں۔ یہ قضیہ بھی بڑی جرأت، دانش مندی اور مخصوص ذہنی وفکری بہاؤ اور خواتین کی تعلیم کے چلے ہوئے مفہوم کی پیروی سے گلو خلاصی کا متقاضی ہے، خواتین کے تعلیم کے موجودہ نظام کو مشرقی ممالک نے اس طرز سے اپنایا ہے جو ہمارے طرز معاشرت سے یکسر مختلف ہے۔ اس نصاب کے لیے ایجاد واختراع اور جرأت وذہانت پر مبنی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

قوموں اور ملتوں کی تاریخ اس کی گواہی دیتی ہے کہ ان کی زوال پذیری کا سب سے بڑا سبب خاندانی نظام کی عدم درستگی، گھر کی زندگی کی ابتری، اور خواتین کی اس میں عدم دلچسپی، بے حیائی اور بے پردگی کا عام چلن اور اس کی طرف میلان، حد سے ماوراء زیب وزینت وغیرہ ہے۔ یہ مرض جن معاشروں میں پھیلا وہ زوال وانحطاط اور تباہی کی طرف تیزی سے بڑھ کر ہمیشہ ناکامی اور خسران کے دہانے پر کھڑے نظر آئے۔ جس معاشرے میں عورتیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے پہلو تہی کر لیتی ہے، گھریلو زندگی سے فرار اختیار کر لیتی ہے اور مردوں کی سرگرمیوں اور کاموں میں ٹانگ اڑا لیتی ہے اور زندگی کے متنوع میدانوں میں ان کے ساتھ دوش بہ دوش چلنے اور ان سے آگے نکلنے کی سعی کرنے لگتی ہیں تو معاشرہ روبہ زوال ہو جاتا ہے۔ آج کل مغربی معاشرے کا یہی حال ہے معاشرے کا توازن اور خاندانی نظام اونچ نیچ کا شکار ہے، مغربی دانش ور صاف لفظوں میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں لیکن اب معاملہ بہت دور جا چکا ہے اور کافی طول پکڑ چکا ہے اب ان کا کچھ نہیں ہو سکتا۔"[2]

معاشرہ کے اسی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے مدارس دینیہ اپنے دائرے میں رہتے ہوئے مشرقی روایات کی امین عورتیں تیار کرتی ہے اور اس لحاظ سے ان کا نصاب بھی تمام تر دینی، اصلاحی اور معاشراتی مسائل پر مشتمل کتب پر مبنی ہے۔ جیسا کہ

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ ہر فن کے لیے اپنے ہی مخصوص اشخاص ہوتے ہیں جیسے سکول وکالج ایک حافظہ وعالمہ تیار نہیں کر سکتے اس طرح مدارس بھی کسی ڈاکٹر اور انجنئیر کو تیار نہیں کر سکتے ہر کسی کا اپنا ہی دائرہ عمل ہے جس میں وہ بڑی خوبی اور تندہی سے مصروف عمل ہے۔ باوجود اس کے مدارس میں عصری تعلیم بقدر ضرورت دی جاتی ہے جیسے کہ مڈل اور میٹرک وغیرہ۔ جبکہ اسکول وکالج میں کیا دینی ضرورت کو پورا کرنے والی تعلیم دی جاتی ہے ؟ شاید اس کا جواب ہاں میں نہ ہو کیونکہ دینی تعلیم کے حوالے سے سکول وکالج کی سرکردگی ہمارے سامنے ہے۔ عیاں راچہ بیاں۔

واضح رہے کہ ہر ادارے کے نظام تعلیم کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے ہر لمحہ کوشاں رہتے ہیں۔ دینی مدارس کے مقاصد بڑے واضح ہیں۔ دینی مدارس کا مقصدِ مطلوب قرآن وسنت کے حقائق کی ترویج واشاعت، امت کی اصلاح اور طلبہ کی اخلاق کی تہذیب وتزئین، مسلک حقہ کا اثبات اسلام کی اشاعت اور حفاظت دین، طلبہ کی اصلاح باطن اور اعمال کی درستگی، رضائے الٰہی کا حصول اور نجات اخروی کا انعام پانا نہ کہ دنیاوی مفاد کا حصول، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار افراد تیار کرنا، ایسے اساطین علم وادب تیار کرنا جو دین پر گہری نظر رکھتے ہوں وغیرہ وغیرہ جیسے واضح مقاصد رکھتے ہیں۔ اس نظر سے اگر دیکھا جائے تو اسلامی مدارس اپنے مقاصد میں کامیاب اور درست نہج پر چل رہے ہیں ۔لہذا ان کو اب مزید کسی عصری نظام تعلیم یا انگریزی اور سائنسی علوم کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مدارس کے نظام تعلیم کا جو مقصد ہے وہ بدرجہ اتم پورا ہو رہا ہے مگر باایں ہمہ مدارس اسلامیہ انگریزی اور دیگر عصری علوم بقدر ضرورت اپنے تعلیم نظام میں شامل کر چکے ہیں۔ اور بڑی خوبی اور تندہی سے پڑھائے جا رہے۔

”علامہ سید سلیمان ندویؒ عصری علوم کی تعلیم کا رواج مدارس میں عام کرنے کے حوالے سے بہت ہی حقیقت پر مبنی بات لکھتے ہیں: جب ہم یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ ایک انجینئر کو ڈاکٹر بھی ہونا چاہیے تو دوسرے لوگوں کو یہ بھی نہیں

کہنا چاہیے کہ ایک عالم جدید علوم سے آراستہ اور باخبر ہونا چاہیے۔ اب جب ہم کسی ڈاکٹر یا انجنیئر سائنسدان کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ اس کو ضروری حد تک دینی علوم سیکھنے چاہیئیں تو اس طرح وہ بھی یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ فاضلین مدارس کو اپنی کارکردگی دکھانے کے لیے اور جدید علوم اور زبانوں کی روشنی کا اتنا حصول لازمی ہے کہ وہ دلیل سے دین کی تفہیم و تشریح سوسائٹی کے ہر فرد کے لیے موثر اور بلیغ انداز میں کرسکیں اور غیر مسلموں پر بھی حجت اسلام قائم کرسکنے کی طاقت رکھیں اور جدید مروج اصطلاحات میں اپنا اظہار مافی الضمیر کرسکے، یہ ان پر لازم ہے اور یہ ملکہ عصری علوم کی ایک مناسب مقدار کی تعلیم سے حاصل ہوسکتا ہے۔"[3]

اس مناسب مقدار جس کا ذکر علامہ سید سلیمان ندویؒ نے کیا ہے کا تذکرہ ابن الحسن عباسی کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"مدارس دینیہ میں تعلیم جدید کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے مدارس کا اصل کاز اور مقاصد عالیہ مد نظر رکھنے چاہیئیں ،جیسا کہ ضبط تحریر میں لایا جاچکا ہے کہ مدارس کا اصل ہدف اور ٹارگٹ علوم اسلامی کی حفاظت ہے، جدید علوم کے داخل ہونے سے اگر مدارس کے اسلامی علوم وفنون پر سے توجہ مرکوز نہیں رہ سکتی یا عصری علوم کے غالب ہونے کا خدشہ ہے اور طلبہ کے فکر و نظر پر جدید علوم حاوی ہوجاتے ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ اس کا یہ نتیجہ اور مطلب ہوگا کہ مدارس اپنے اصل کاز اور منہج و محنت سے ہٹ گئے ہیں اور اس پر ان الفاظ میں ماتم کیا جاسکتا ہے کہ

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تومی روی بہ ترکستان است

ان گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس کو عصری علوم وفنون کی طرف توجہ منعطف کرنے کی ضرورت ہے اور اس حوالے سے پیش قدمی بھی کی جارہی ہے لیکن اس جانب بڑھنے کے لیے پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا لازمی امر ہے:

اول یہ کہ طلبہ کے دل ودماغ کو ان علوم سے مرغوب ہونے اور ان کو سب کچھ ماننے سے مامون رکھا جائے۔

دوم یہ کہ اسلام کی آفاقی سچائی اور ثابت شدہ حقائق کے حوالے سے فکر ونظر میں ہلچل نہ آئے۔

سوم یہ کہ اسلاف امت اور اکابرین عظام کے کارناموں اور وضع کردہ طریقوں کی عظمت دل میں ثابت رہے۔

چہارم یہ کہ اس جدیدت میں دلچسپی کم رکھی جائے نہ یہ کہ سب پر یہ چیز حاوی ہو جائے۔

پنجم یہ کہ مدارس کا اصل ہدف اور مقصد ان عصری علوم کی وجہ سے فوت نہ ہو جائے۔ تب تو نتائج اچھے اور ثمر آور ہوں گے اور یہ پیش قدمی مفید ثابت ہوگی اور امت اس کے اثرات سے استفادہ کر سکے گی، بصورت دیگر نتائج اچھے نہیں ہوں گے اور مدارس مقصد اصلی سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔"[4]

لہذا ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے مدارس اسلامیہ میں عصری علوم پڑھائے جارہے ہیں اور مزید کام بھی ہو رہا ہے۔ یہاں مدارس البنات کے نصاب میں سائنس کی شمولیت اور اس پر توجہ دینے اور سائنس پڑھانے کی بحث ہو رہی ہے اس حوالے سے اوپر کے چند گزارشات اور مفید آراء پیش کیے گئے ہیں۔ میں یہاں بحیثیت مقالہ نگار اپنی گزارشات رکھنا چاہتی ہوں شاید کہ میری ان گزارشات کی روشنی میں مدارس البنات کے نصاب میں سائنس کو داخلِ نصاب کرنے میں کچھ پیش رفت ہو سکے۔

نتائج البحث: اس تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ درست بات یہ ہو گی کہ سائنسی علوم کو اساسی حیثیت سے بھی مدارس میں نہیں پڑھایا جاسکتا کیونکہ یہ مدارس کی اساسی روح کے خلاف ہے اور نہ یہ کہ بالکل نہیں پڑھائے جائیں۔ کیونکہ یہ جدید دور کے تقاضوں کے خلاف ہے جو اسلام کی آفاقی فطرت کے بھی خلاف ہے، چونکہ مدارس کا وجود ہی قرآن وحدیث، تفسیر اور فقہ اور اصول فقہ اور علم کلام کے علوم کی نشر واشاعت ہی کے لیے ہے لہذا مدارس میں ان علوم کو کلیدی حیثیت حاصل ہے اور رہے دیگر علوم جو پڑھائے جاتے ہیں وہ تو ان علوم تک پہنچنے کے لیے بطور معاون اور وسیلے کے پڑھائے جاتے ہیں یا پھر عصری تقاضوں کا لحاظ کر کے جیسے کہ نصاب میں منطق کا شمول۔ اور اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو ہمارے علماء نے انہی مدارس میں صنعت وحرفت طبابت وزاعت کی تعلیم حاصل کی۔ لہذا سائنس یا دیگر عصری علوم کے نصاب میں شمول کو شجر ممنوعہ قرار دینا بھی درست نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مدارس میں سائنس کی تعلیم کو درجہ بہ درجہ اساسی درجہ دیے بغیر پڑھایا جائے تو مفید رہے گا۔ مثلاً پہلے درجات میں سائنس کے اصطلاحات ومبادیات سکھائے جائیں پھر درمیانی درجات میں سائنس کے عام نظریات طالب علم کے گوش گزار کیے جائیں اور پھر درجات عالیہ میں سائنس تجرباتی مباحث اور ان کے باطل نظریات پڑھائے جائیں، اور صرف پڑھانے پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ گمراہ کن ملحدانہ عقائد کا رد بھی بتایا سکھایا اور پڑھایا جائے۔ مثلاً سائنس کا نظریہ کہ انسان بندر کی اولاد ہے اس طرح کے معرکۃ الآراء مسائل پڑھا کر ان کی تردید کی بھی تعلیم دی جائے، اس طرح سے سائنس کی تعلیم کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور دین کا کام بھی ہوتا رہے گا۔

مدارس البنات میں اب تک سائنسی علوم نہیں پڑھائے جاتے بلکہ جیسا کہ آپ لوگ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ بنات کے دینی مدارس میں جو علوم پڑھائے جارہے ہیں اور رائج ہیں وہ ہر جہت سے ایک مسلمان عورت کے لیے زندگی گزارنے

کے رہنما اصول و قواعد مہیا کرتے ہیں۔ اور ان کو زندگی کے ہر موڑ پر راہ راست کی نشاندہی کرنے کے لیے کافی اور وافی ہے۔ بااین ہمہ اگر مدارس البنات کے نصاب میں سائنس اور جدید علوم کی بعض وہ کتابیں داخل نصاب کر دی جائیں جس میں صرف ان علوم کی ان جہتوں کے حوالے سے بحث کی گئی ہے جو قرآن اور حدیث سے متعلق ہیں جو دینی و عصری دونوں علوم پر کامل عبور رکھنے والے علماء اور مشائخ نے لکھی ہیں۔ اس سے ایک تو سائنسی علوم کی شدبد سے طالبات آشنا ہوں گی دوسری یہ کہ ان کو قرآن وحدیث کے وہ مقامات جو سائنس سے مطابق ہے وہ حل کرنے میں آسانی ہو گی۔ اس طرح کی بہت سی کتابیں کا انتخاب کیا جاسکتا ہے جو بطور سائنس اور اسلام کے نصاب میں داخل کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ذاکر نائیک کی بعض کتابیں مولانا شہاب الدین ندویؒ کی اس موضوع پر کافی ساری مستند کتابیں چھپ چکی ہیں، ڈاکٹر طاہر القادری کی کتاب ''اسلام اور جدید سائنس'' بھی بڑی عمدہ اور اس موضوع پر خاصے کی چیز ہے۔ قاری محمد طیب کی سائنس اور اسلام مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی کتاب ہے یہ بھی پڑھائی جاسکتی ہے۔ ایسی بہت سی مستند کتابیں ہیں جو سائنس اور اسلام کے موضوع پر لکھی جاچکی ہیں، لہذا یہ کتابیں ماہرین تعلیم کے مشوروں سے داخل نصاب کی جاسکتی ہیں۔ اس سے مدرسہ میں پڑھنے والی خواتین کی دینی فضا بھی متاثر نہ ہو گی اور سائنسی تعلیم کی بھی ایک گونہ کمی پوری ہو جائے گی اور ساتھ میں قرآن وحدیث کے جو حصے سائنس کے ذریعے حل کیے جاتے ہیں اور سائنسی علوم سے متعلق ہے طالبات اس کو بھی باآسانی سمجھ لیں گی۔

حوالہ جات

[1] جالندھری، قاری محمد حنیف، **"دینی مدارس کا مقدمہ"**، کراچی، بیت السلام پبلشر، جولائی 2011ء ص:401-402

[2] ندوی، مولانا ابوالحسن علی، **"نظام تعلیم مغربی رجحانات اور اس میں تبدیلی کی ضرورت"**، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ص:45

[3] محمد عرفان ندیم، **"دینی مدارس کا نظام تعلیم اور جدید تعلیمی انقلاب"**، لاہور، المشرق للنشر والتوزیع، ص:17

[4] عباسی ابن الحسن، **"وفاق المدارس العربیہ پاکستان ساٹھ سالہ تاریخ"**، کراچی، مجلس تراث السلام، ص:219

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.